ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

بدر مسعود خان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سرائیکی، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور۔

ڈاکٹر شائستہ حمید خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور۔

حضرت خواجہ غلام فرید کی اُردو شاعری

Badar Nasood Khan
Assistant Professor, Department of Siraiki, The Islamia University of Bahawalpur.
Dr. Shaista Hameed Khan
Associate Professor, Department of Urdu, GC University, Lahore.

Urdu Poetry of Hazrat Khawaja Ghulam Fareed

Khawaja Ghulam Fareed (1845-1901) was born at Chachran, in South Punjab. He had a spiritual ancestry with Baba Fareed Ganj-e-Shakkar. He was the mystic poet of the land. Through his Siraiki and Punjabi poetry, he wants to awake the nation towards the realistic life intellect, belonging to the universal order has a direct perception of the transcendent. It is the reality that the heart knowledge is the knowledge of the transcendent. Khawaja Fareed’s period was the tough for the Muslims in sub-continent. Through in poetry he tried to remove the depressive signs in the lives of Muslims principle. Urdu poetry of Khawaja Fareed is consistent of Ghazals. About one hundred of his Ghazals are available. Due to his ghazals, he stands in the ranks of contemporary Urdu poets. Like Siraiki Punjabi poetry, his Urdu Ghazals is also full of mysticism, love and cultural symbols and allegory. He was well aware about the dignity of man. Character of a man is worth narrating. As a lover he possess different experiences. His Urdu poetry depicts the true taste of love and harmony.

Key Words: *Khawaja, Fareed, Urdu, poetry, Ghazal, Transcendent, Nawab, Chachran.*

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

حضرت خواجہ غلام فرید ؒ ایک شخصیت کا نام نہیں بلکہ ولایت اور دبستانِ شعر و سخن کا اہم حوالہ ہیں۔ اُنھوں نے اپنی ولایت کا شہرہ اور شاعری کا چرچا کانوں سنا اور آنکھوں دیکھا۔ اُن کے آباؤ اجداد عرب سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر بن الخطاب سے جاملتا ہے۔ آپ ناصر بن عبداللہ بن عمر کی اولاد میں سے تھے جن کے پڑپوتے یحییٰ بن مالک سب سے پہلے اسلامی لشکر کے ساتھ سندھ میں آئے۔ حضرت یحییٰ کے بعد ان کے پوتے حضرت منصور اور پڑپوتے حضرت عبداللہ صاحب جمال بزرگ گزرے ہیں۔

سکھوں کے عہد میں نواب آف بہاول پور کی فرمائش پر خواجہ غلام فرید کے والد خواجہ خدا بخش نے چاچڑاں ضلع رحیم یار خان میں سکونت اختیار کر لی جہاں ۱۸۴۵ء میں خواجہ غلام فرید کی ولادت ہوئی۔ ان کا زمانہ ۱۹ویں صدی کا نصف آخر ہے۔ اُس دور میں مسلمانوں کی سیاست، معاشرت اور تہذیب و تمدن نازک دور سے گزر رہی تھی۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد رنجیت سنگھ نے اپنی حکمت عملی اور عسکری قوت سے سکھوں کو اپنے ساتھ ملالیا اور سابقہ ریاست بہاول پور کو چھوڑ کر موجودہ پاکستان کا نصف سے زیادہ شمالی حصہ اپنے قبضے میں کر لیا۔

انگریز جو تجاری مفاد کے پیش نظر اس خطے میں آئے تھے ملکی اور سیاسی معاملات میں بڑی تیزی سے نہ صرف دلچسپی لینے لگے بلکہ چھاتے چلے گئے۔ رنجیت سنگھ اور اس کے فرماں برداروں نے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیے۔ مسلمانوں کے لیے یہ دور پستی کا دور تھا۔ سیاسی، معاشی بدحالی کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور اخلاقی حالت بھی دگرگوں تھی۔

خواجہ فرید کی پیدائش پر شعرا نے قصائد لکھ کر ان کے والد خواجہ خدا بخش کو پیش کیے۔ آپ کی ولادت بروز منگل ۲۶ ذیقعد ۱۲۶۱ ہجری کو ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام خورشید عالم رکھا گیا۔ محمد صدیق طاہر شعرا کے قصائد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"آپ کی ولادت پر خان بیلہ کے مولانا محمد عثمان کے تین اشعار ہفت اقطاب میں نقل ہوئے ہیں:

شکر اللہ کہ گوہر والا

از خدا بخش شد غلام فرید

دوش بر گوش من سروش خروش

منتظم دادِ عقد مروارید

طول اللہ عمرہ طرأ

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

جعلہ اللہ کالفرید نقدید"(۱)

حضرت خواجہ خدا بخش المعروف خواجہ محبوب الٰہی نے آپ کا نام خورشید عالم رکھا، بعد میں بابا فرید گنج شکر کی نسبت سے غلام فرید تجویز ہوا اور اسی نام کو شہرت دوام نصیب ہوئی۔ خواجہ فرید چار برس کے تھے کہ ماں کی محبت سے محروم ہو گئے۔ آٹھ برس کی عمر میں والد کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے بڑے بھائی خواجہ فخر الدین فخر جہاں نے آپ کی پرورش اور تربیت کی۔ آٹھ برس کی عمر میں آپ قرآن مجید کے حفظ سے فارغ ہو کر عربی اور فارسی کی تعلیم شروع کر چکے تھے۔

والئی ریاست بہاول پور نواب صادق محمد خان نے آپ کے بھائی خواجہ فخر الدین سے درخواست کی کہ خواجہ فرید کو ان کے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ آپ اپنے ماموں ملک غلام محمد اور استاد مولانا قائم دین کے ہمراہ ڈیرہ نواب، احمد پور شرقیہ تشریف لے آئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت شاہی محل میں ہوئی۔

خواجہ غلام فرید چشتیہ سلسلے کے صاحب کرامات صوفی بزرگ اور ہفت زبان شاعر تھے۔ اُن کی زیادہ تر شاعری پنجابی، سرائیکی میں ہے لیکن اُنھوں نے اُردو زبان میں بھی شاعری کی۔ اُن کی اُردو شاعری غزلیات پر مشتمل ہے جسے "دیوانِ اُردو" یا "دیوانِ حضرت خواجہ غلام فرید (اُردو)" کے نام سے شہرت نصیب ہوئی۔ یوں تو خواجہ فرید کئی حیثیتوں سے ممتاز شخصیت کے مالک تھے لیکن خصوصی امتیاز اور غیر معمولی شہرت ان کی زندہ اور مقبول اُردو شاعری ہے۔ "دیوانِ اُردو" کے حوالے سے محقق علامہ نسیم طالوت لکھتے ہیں:

> "ملتانی زبان کے بعد جس زبان میں فرید نے شعر لکھے ہیں وہ اُردو میں ہیں۔ اُردو میں بھی ملتانی زبان کی طرح اُن کا ایک دیوان مرتب و مطبوع ہوا۔"(۲)

خواجہ فرید کو مبداء فیض سے جہاں علمی و معرفت کے خزینے عطا ہوئے تھے وہاں ذوقِ سخن اور شعر گوئی کے عطیات سے بھی سرفراز ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ مادری زبان میں تخلیق ہوئے کلام کے ساتھ ساتھ اُردو کلام بھی اپنی مثال آپ ہے جو واقعی کسی صاحب کمال کا کلام نظر آتا ہے۔ میر حسان الحیدری نے خواجہ فرید کے اُردو دواوین کا تذکرہ یوں کیا ہے:

> "دیوان فرید اُردو میاں محمد یار دھریجہ نے ۱۸۶۲ء میں ترتیب دیا۔ یہ مجموعہ ۵۶ سرائیکی کافیوں اور ۱۲ اُردو غزلیات پر مشتمل تھا۔ دیوان فرید اُردو (مکمل) مولوی نجم الدین معروفی کرخی نے ترتیب دیا۔ یہ دیوان ۱۸۸۴ء میں چھپا۔ اس کے چالیس سال بعد ملتان کے تاجر

کتب حافظ شمس الدین منور نے چالیس صفحات اور ایک سو منظومات پر مشتمل مجموعہ 'دیوان حضرت غلام فرید اُردو' کے نام سے لاہور پرنٹنگ پریس سے طبع کرایا۔ پہلے دونوں نسخے خواجہ فرید کی زندگی میں طبع ہوئے اور اُن میں اصل قلمی نسخے کی نسبت اغلاط کا شبہ ہوتا ہے۔"(۳)

اُردو کلام کے لیے ان نسخوں کا مطالعہ کیا جائے تو بظاہر ایسا دکھائی دیتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید کے اُردو کلام کا اصل مسودہ غالباً کسی کے بھی پیش نظر نہیں رہا یا خواجہ فرید کی بیاض سے نقل کرواتے رہے ہیں۔ کتابت اور طباعت کی اغلاط نے اُردو دیوان کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ میر حسان الحیدری لکھتے ہیں:

"دیوان فرید اُردو کا مکمل نسخہ وہ ہے جو مولوی برخوردار (کاتب و خلیفہ حضرت خواجہ فرید) کے خاندان سے قلمی صورت میں دستیاب ہوا۔ اس کے کل صفحے ۵۶ اور کل مشمولات ۱۱۱ ہیں۔ ان ایک سو گیارہ منظومات میں سے دس قطعہ بند یا رباعیات ہیں۔ دو عدد ناتمام غزلوں کے تین تین اشعار ملتے ہیں۔ ایک عدد تضمین ہے اور باقی اٹھانوے غزلیں ہیں۔ ان اٹھانوے غزلوں میں سے بھی چار غزلیں حمد، نعت اور منقبت کے موضوعات پر ہیں باقی ترانوے غزلیں خواجہ فرید کی شاعری کا کل جہان سرمایہ ہیں۔ ان ترانوے غزلوں کے مختصر دیوان میں اس نوخیز شاعر نے آتش و سودا، ناسخ و مومن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی ہے۔"(۴)

مذکورہ بالا حوالہ میں سودا، ناسخ اور مومن کے ایک ایک شعر کا خواجہ فرید کے اُردو اشعار کے ساتھ موضوعاتی اور فکری اشتراک بحوالہ میر حسان الحیدری ملاحظہ کریں:

کل رخصتِ بہار تھی شبنم صفت میں زور
رویا ہر اک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ (سودا)
ہے تیری انتظار میں نرگس کشادہ چشم
لالہ بھی ایک پاپہ کھڑا ہے چمن کے بیچ (خواجہ فرید)(۵)
آج مجھ کو دشتِ وحشت میں وطن یاد آگیا
بوئے گل کو بعدِ بربادی چمن یاد آگیا (ناسخ)

غربت میں گل کھلائے ہے کیا کیا وطن کی یاد
جیسے قفس میں مرغِ چمن کو چمن کی یاد (مومن)
اپنے گھر موں اب مجھے اُس کا وطن یاد آگیا
گویا بُلبُل کو خزاں میں گل چمن یاد آگیا(خواجہ فرید)(۶)

خواجہ فرید نے جس دور میں اُردو شاعری کی وہ تاریخی، سیاسی اور ثقافتی اعتبار سے بڑا ابحرانی دور تھا لیکن اُردو ادب کے لیے اسے ارتقائی دور کی حیثیت حاصل ہے۔ خواجہ فرید کا عہد ۱۸۴۵ء سے ۱۹۰۱ء تک ہے۔ اُن کے معاصرین اُردو شعرا میں ایک طرف مولانا محمد حسین آزاد (۱۸۳۰ء۔۱۹۱۰ء)، مولانا الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء ۔۱۹۱۵ء) اور اکبر الہ آبادی (۱۸۴۶ء۔۱۹۲۱ء) فطری انداز فکر، حقیقت پسندی اور حیات و کائنات کی ترجمانی کی جوت جگاتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف امیر مینائی (۱۸۲۸ء۔۱۹۰۰ء)، مرزا داغ دہلوی (۱۸۳۱ء۔۱۹۰۵ء) شاد عظیم آبادی (۱۸۴۶ء۔۱۹۲۷ء) ایسے شعر اقدامت اور جدت کی شمعیں جگمگائے ہوئے ہیں۔

خواجہ غلام فرید کی اُردو شاعری کا تجزیہ کرتے تہذیبی و علمی مراکز کی دوری، بہاول پور کی ادبی سنگلاخی اور علاقائی سطح پر اُردو ادب کے ارتقائی عمل کی سست رفتاری کے حقائق کو سامنے رکھا جائے تو ایک خاص انفرادیت اور جاذبیت کی جھلکیاں اُن کی شعری انا اور فنی پختگی کو نمایاں کرتی نظر آتی ہیں۔ وہ روشن خیال انسان تھے۔ دھرتی کی تمام زبانوں عربی، فارسی، اُردو، ہندی، سندھی، مارواڑی، پنجابی اور سرائیکی سے عشق کرتے تھے۔ دھرتی سے محبت کرنے والے قوم پرست انسان تھے۔

صوفی با عمل ہونے کے سبب اپنے مرشد کی راہنمائی میں سلوک کی منزلیں طے کیں تو جلد ہی حقیقت ازلی اُن پر عیاں ہوگئی اور چہار سُو پھیلی روشنی اور رنگ نمایاں ہوگئے۔ واصفہ جبیں نے کلام فرید سے حوالہ یوں درج کیا ہے:

ہر رنگ میں ظہور ہے بے رنگ یار کا
پر تو ہے گر خزاں کا جلوہ بہار کا
جب ہر مکاں میں خانہ ہے اس گل عذار کا
اے دل سبب بتاؤ مجھے اضطرار کا
ہستی ہے وہ کہ ہست اور ہست ساز ہے

کیا اعتبار ہستی ناپائیدار کا" (۷)

جس کو دیدار یار نصیب ہو جائے اس کے لیے یہ دنیا کسی جنت سے کم نہیں ہوتی۔ اسے دائمی خوشی میسر آجاتی ہے۔ یہ اندرونی دلی کیفیت کے سبب ہی ممکن ہو سکتا ہے ورنہ واعظوں کے وعظ و نصیحت دلوں کی راہبری نہیں کر سکتے۔ اس حوالے سے اقبال ملک خواجہ فرید کی اُردو شاعری کا حوالہ یوں دیتے ہیں:

جمال نورِ الٰہی کا جس پہ ہوا تمام
پری و حور ملک کیوں نہ ہوں اس کے غلام
مری طرف سے کہو جا کے واعظوں کو پیام
یقیں ہے جن کے ہے رہبر خرام خوابوں کے
فرید ان کے لیے راہ فقر ہے اک گام (۸)

حضرت خواجہ خدا بخش کی وفات کے بعد ان کے بڑے فرزند حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ خواجہ فرید نے ۱۸۵۸ء میں ان کی بیعت کی جو تصوف کے سلسلہ چشتیہ سے وابستہ تھے۔ ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔ خواجہ فخر جہاں کی خواجہ غلام فرید سے بے پناہ محبت تھی اور خواجہ فرید کو بھی فخر جہاں سے عقیدت اور عشق تھا۔ اس عقیدت کا اظہار اُن کی شاعری میں جا بجا نظر آتا ہے۔ خواجہ فرید لکھتے ہیں:

میں ہوں سگِ آستانہ فخر جہان کا
شیروں سے فوق مرتبہ ہے میری شان کا
روز ازل سے اس کے میں نازوں کا ہوں خرید
مالک ہے میری دین و دل و جان و مان کا
نہ دیر کی طلب ہے نہ کعبہ سے التفات
ساجد ہوں پنج وقت میں پیر ستان کا
دونوں جہاں میں میرے لیے وہ ہے اے فرید
خواہ مرتبہ ہو مکان کا یا لا مکان کا (۹)

خواجہ غلام فرید کی غزلوں میں عشق کی وہ تمام کیفیات ملتی ہیں جو کلاسیکی غزل گو شعرا کا خاصہ رہی ہیں۔ عاشق کی حرماں نصیبی، ناز و انداز حسن اور شیخ و واعظ کی نصیحت نمایاں پہلو ہیں۔ خواجہ فرید کی شاعری میں انسان کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)
ماخذ تحقیقی مجلہ

داخلی تجربات کی نفسیاتی کیفیات کا اظہار نمایاں ہے۔ وہ عاشقانہ واردات کا ذکر صرف رسمی شاعری کے طور پر نہیں کرتے بلکہ عاشق کے اضطراب اور اس کی اندرونی کیفیات کا نفسیاتی تجزیہ بھی کرتے ہیں۔ ان کا کلام نہ صرف مجازی عشق کے ذکر سے بلکہ عشق حقیقی کے اظہار سے بھرا پڑا ہے۔ رومان کا ذکر کرتے ہوئے مسعود حسن شہاب لکھتے ہیں:

"خواجہ غلام فرید کی اُردو شاعری میں اس قسم کی متعدد شہادتیں ملتی ہیں کہ وہ کسی لیلیٰ وش کی نگاہوں کے گھائل ہو گئے تھے۔ ان کا کلام بھی عشق مجازی کی گواہی دیتا ہے۔" (۱۰)

خواجہ فرید کے کلام کی داخلی شہادتیں خود اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ اُنھوں نے اُردو کے معروف شعرا کے کلام کا بڑی عرق ریزی سے مطالعہ کیا ہوا تھا۔ ان کی شاعری میں باقاعدہ طور پر مرزا محمد رفیع سودا، امام بخش ناسخ، بہادر شاہ ظفر کا ذکر آتا ہے۔ محبوب سے محبت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

ہر لحظہ تری حسن کے سامان پہ قربان
اے جان مری جان ہے تری جان پر قربان
عذرا ہے تیری عارض تابان پہ قربان
لیلیٰ ہے تیری زلف پریشان پہ قربان
شیریں ہے تری لب نمک افشاں پہ قربان
یوسف ہے تری چاہ زخنداں پہ قربان
جو آگ تری عشق کی ہے آگ دلوں کی
فردوس ہے اس داغوں کے بستان پہ قربان
کس ناسخ خوباں کے ہیں سودا سے یہ اشعار
ہے ناسخ و سودا مرے دیوان پہ قربان
جس کا غم اُلفت سے ہوا جیب و جگر چاک
زیبا ہے فرید اس تن عریاں پہ قربان (۱۱)

خواجہ فرید نے سخاوت کو ہمیشہ خود پر طاری رکھا، محبت کو اوڑھنا بچھونا بنایا، دربار حسن و عشق میں محبتوں کے استعارے لیے فقیر حق نے صدا لگائی اور پورا ماحول اس صدا کے حسن سے سرشار ہو گیا۔ خورشید عالم کا بھرم کچھ

یوں نبھایا کہ چہار عالم روشن ہو گئے۔ علم و عرفان کے خزینے لٹا دینے والی شاعری کوئی فقیر ہی کر سکتا ہے۔ عشق کی منازل میں اپنے آپ کو ناتواں اور کمزور سمجھنا فرید کا ہی کمال ہے:

الٰہی خاکِ لالہ زار یا گردِ گلستاں ہوں
کہ سر سے پاؤں تک خارِ غم یا داغِ ہجراں ہوں
تصور کے بتوں کے دیر ہے اب کعبہ دل کا
بتوں میں سید الکفار، ظاہر میں مسلماں ہوں
اگرچہ فقہ و نحو صرف، منطق میں ہوں علامہ
مگر مکتب میں اہلِ عشق کے اک طفلِ ناداں ہوں
کہیں ہوں زینتِ صحرا، کہیں ہوں زیب یاموں کا
کہیں خاشاک کوہستان، کہیں رنگ بیاباں ہوں (۱۲)

خواجہ غلام فرید کی اُردو شاعری غزلیات کے دیوان پر مشتمل ہے۔ ان کی غزلوں میں عشق کی تمام وارداتوں کا تذکرہ بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ عاشق کی حرماں نصیبی جو یہ فلک، محبوب کی بے وفائی، رقیب کی مخالفت، ناز و انداز حسن اور شیخ و واعظ کی مذمت پردوں کے پرت کھولتی دکھائی دیتی ہے:

خدنگ ناز خوباں کا جگر میرا نشانہ ہے
شہید عشق ہوں تربت پہ کعبہ آشیانہ ہے
دعائے گیسوئے خمدار کیوں واجب نہ ہو مجھ پر
تری زلفوں میں میرے مرغ دل کا آشیانہ ہے
سخن مجھ سے خلاف عقل ہو تو جانے دو
یہ چرچا عاشقانہ ہے، نہ بحث عاقلانہ ہے" (۱۳)

حاصل بحث یہ کہ خواجہ غلام فرید سرائیکی اور پنجابی کے کلاسیکی صوفی شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پائے کے اُردو شاعر بھی تھے۔ اُنھوں نے جہاں سرائیکی پنجابی میں کافی صنف کو عروج بخشا وہیں اُردو شاعری میں ایسی عمدہ غزلیات کہیں جو اُردو شعری دنیا میں اپنا نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ خواجہ فرید کی اُردو شاعری میں شعری اسالیب و

آہنگ کا تدریجی ارتقا اُن کا نیا اور منفرد فکری و ہیئتی روپ سامنے لاتا ہے جس کی بدولت وہ معاصر اُردو شعرا کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات

۱- صدیق طاہر، (مرتب) دیوان فرید (اُردو) بہاول پور: اُردو اکادمی، ۱۹۷۲ء، ص:۱۸۔

۲- علامہ نسیم طالوت، خواجہ فرید کا اُردو کلام (مضمون)، مشمولہ: الزبیر (سہ ماہی)، بہاولپور، شمارہ ۱۰، ۱۹۶۶ء، ص:۱۱۶۔

۳- میر حسان الحیدری، خواجہ فرید کی اُردو شاعری (مضمون)، مشمولہ: مقالات خواجہ فرید سیمینار، (مرتب) جاوید چانڈیو، بہاول پور: خواجہ فرید چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء، ص:۵۷۔

۴- میر حسان الحیدری، خواجہ فرید کی اُردو شاعری (مضمون)، ص:۶۵۔

۵- ایضاً، ص:۱۷۔

۶- ایضاً، ص:۲۷۔

۷- واصفہ جبیں، تدوین کلام فرید اُردو، ملتان: سرائیکی ادبی بورڈ، ۲۰۰۹ء، ص:۸۰۔

۸- اقبال ملک، خواجہ فرید کا اُردو دیوان، ملتان: جھوک پبلیشرز، ۲۰۱۳ء، ص:۸۰۔

۹- صدیق طاہر، (مرتب) دیوان فرید (اُردو)، بہاول پور: اُردو اکیدمی، مذکور، ص:۳۰۔

۱۰- مسعود حسن شہاب، خواجہ غلام فرید، بہاول پور: اُردو اکامی، ۱۹۹۴ء، ص:۳۱۸۔

۱۱- صدیق طاہر (مرتب)، دیوان فرید (اُردو)، ص:۲۷،۱۷۔

۱۲- اقبال ملک (مرتب)، خواجہ فرید کا اُردو دیوان، ملتان: جھوک پبلشرز، ۲۰۱۳ء، ص:۱۰۷۔

۱۳- واصفہ جبیں، (مدون)، تدوین کلام فرید اُردو، ملتان: سرائیکی ادبی بورڈ، ۲۰۰۹ء، ص:۱۸۱۔